WWW.PAKISTAN.WEB.PK
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

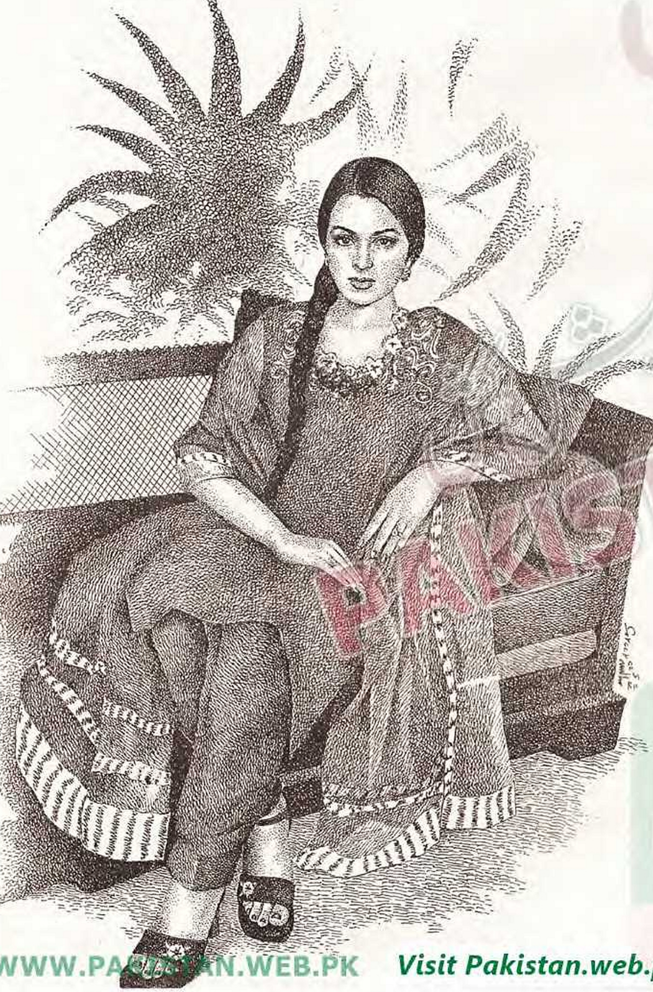

شیریں ملک

میری ذات سے تیری ذات تک

”کبھی فرصتیں جو نصیب ہوں‘ چلے آنا میرے پاس تم
ہیں ادھورے کتنے معاملے میری ذات سے تیری ذات تک“

اپنی پرسکون سی زندگی میں مگن اکثر وہ مضطرب ہوجاتی۔ تھوڑی دیر کے لیے سہی لیکن ڈھیروں اضطراب اس کی ذات میں سمٹ آتا۔ وہ تھکنے سی لگتی ایسا لگتا کہ زندگی میں ایک بہت بڑا خلا ہے‘ جو پر ہوتا رہ گیا ہو۔ الجھن تھی کہ دور ہونے کا نام ہی نہ لیتی۔ اور وہ بڑی مشکل سے اپنی معمول کی زندگی میں واپس لوٹ پاتی۔

ناولٹ

☼ ☼ ☼

سعد حسن بخاری ابھی ابھی قبرستان سے لوٹا تھا۔ آج وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی پیاری دادی ماں کو دفنا کر آرہا تھا۔ یہ اس کی اٹھائیس سالہ زندگی کا دوسرا بڑا دکھ تھا۔ پہلا دکھ اس وقت ملا‘ جب وہ لاء کے آخری سال میں تھا اور اس وقت اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ اس کے امی‘ ابو جو حج کرنے گئے ہوئے تھے۔ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ ایک حادثے کا شکار ہو کر وہ اسی مقدس سرزمین پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

سعد اپنے والدین کا اکلوتا اور بے حد لاڈلا بیٹا تھا‘ اس خبر نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔ اگر دادی ماں نہ ہوتیں تو شاید وہ اپنی تعلیم بھی مکمل نہ کرپاتا لیکن دادی ماں نے اسے بہت سہارا دیا۔ اتنا پیار اور توجہ دی کہ وہ امی ابو کی یادوں کو سینے سے لگائے ان کے خواب پورا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی امی کو بہت شوق تھا کہ ان کا سعد وکیل بنے۔ وہ اسے جلد از جلد وکیلوں والا کالا کوٹ پہنے دیکھنا چاہتی تھیں۔

ان کی اور دادی ماں کی دعاؤں سے آج وہ ایک کامیاب وکیل تھا اور آج اسے اپنی زندگی کا دوسرا بڑا دکھ ملا تھا۔ اس کی دادی ماں ہمیشہ کے لیے اس کا ساتھ چھوڑ گئیں۔ وہ اس عمر میں بھی صحت مند تھیں اچانک باتیں کرتے کرتے ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے اور بے ہوش ہو گئیں۔ سعد پریشانی کے عالم میں انہیں ہسپتال لے کر گیا۔ ڈاکٹر نے

WWW.PAKISTAN.WEB.PK
Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

بتایا کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ فوری طبی امداد دے کر انہیں بچا تو لیا لیکن وہ صحت یاب نہ ہو سکیں۔

تین دن ہسپتال میں رہنے کے بعد ان کو دوسرا شدید دورہ پڑا اور وہ اسے دنیا میں اکیلا چھوڑ گئیں۔ سعد یہ سوچ رہا تھا کہ جتنا دکھ اسے آج ہوا ہے، اتنا دکھ تو اپنے امی ابو کی وفات پر بھی نہ ہوا تھا کیونکہ اس وقت اسے دلاسا دینے والی اس کی شفیق دادی ماں تھیں، جو اپنے بیٹے اور بہو کا غم بھلائے اپنے پوتے کو خوش کرنے کی کوشش کرتی رہتیں، لیکن آج بخاری ولا سنسان پڑا تھا۔ آج اسے کوئی تسلی دینے والا نہ تھا۔ آج اس کے پاس دادی کی پر شفقت آغوش نہ تھی، جو اسے اپنے سائے میں لے لیتی۔ آج اس کے پاس کوئی کندھا نہ تھا، جس پر سر رکھ کر وہ رو سکتا۔ آج اسے یہ گھر ویران لگ رہا تھا، حالانکہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا، جو گاؤں سے آئے تھے اور ابھی تک یہیں تھے۔

سیف چاچو مسلسل اس کے ساتھ تھے۔ وہ اس کے ابو کے سگے بھائی تو نہ تھے لیکن ایسے چچا زاد بھائی اور دوست تھے کہ بھائیوں سے بڑھ کر تھے۔ گاؤں کی حویلی اور زمینوں کا انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سعد سے بہت پیار کرتے تھے اور اب بھی اس کا بہت خیال رکھ رہے تھے۔ لیکن اسے گھر کی ویرانی سے وحشت ہو رہی تھی۔ پیار کرنے والی ہستی ہی نہ رہی۔ دادی ماں کی شفقت ایسے چھتنار درخت کی چھاؤں کی مانند تھی جس میں بیٹھ کر وہ اپنے سارے دکھ بھول جاتا تھا لیکن اب وہ چھاؤں نہ رہی۔ اب سعد بخاری کے لیے دعا کرنے والے ہاتھ نہ رہے تو پھر وحشت تو ہونی تھی۔ بے سکونی تو ہونی تھی۔

☼ ☼ ☼

سعد تو پہلے بھی سنجیدہ سا تھا، لیکن اب تو جیسے اپنی ہی ذات میں سمٹ کر رہ گیا تھا۔ دادی ماں کو فوت ہوئے تقریباً" تین ماہ ہو چکے تھے۔ لیکن پھر بھی سعد کو لگتا، جیسے ابھی ابھی دادی ماں اس کے پاس سے اٹھ کر گئی ہوں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سعد کی آنکھوں کی سطح بھیگنے لگتی۔ لیکن آج وہ دادی ماں کی باتیں یاد کر رہا تھا۔ جو انہوں نے اس سے ہسپتال میں کی تھیں۔

آج اس کے دوست سیرت مصطفیٰ نے اسے شادی کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے دوست ہونے کی حیثیت سے اس کی تنہائی کا بہترین حل پیش کیا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کی یہ مشکل بھی حل کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کس سے شادی کرے کیونکہ سعد کے ساتھ ساتھ سیرت بھی جانتا تھا کہ ارسہ ملک، سعد کو پسند کرتی ہے۔ سیرت مصطفیٰ، سعد بخاری اور ارسہ ملک تینوں بہت اچھے دوست تھے۔ تینوں نے مل کر لاء کیا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد سیرت اور سعد نے تو پریکٹس شروع کر دی جبکہ ارسہ اپنی ماں کی این جی او چلانے لگی۔ اس نے کبھی کھل کر اپنی پسند کا اظہار نہ کیا لیکن اس کا جھکاؤ سعد کی طرف بہرحال تھا۔ سعد کو بھی وہ اچھی لگتی تھی، لیکن ابھی شادی کے بارے میں سوچا نہ تھا۔

آج بھی سیرت کے کہنے پر اس نے ہنس کر ٹال دیا، لیکن اسے دادی اماں کی باتیں یاد آ گئیں۔ جب انہوں نے ہسپتال میں اس سے کہا تھا۔

"سعدی! میری ایک بات مانو گے؟" اور وہ جوان کی بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھا، ایک دم ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بولا۔

"دادی ماں! پہلے کب آپ کی بات نہیں مانی، جو اس طرح پوچھ رہی ہیں؟"

اسے دادی ماں یوں ہسپتال کے بیڈ پر پڑی، بہت دکھ دے رہی تھیں۔ وہ ان کی وجہ سے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"سعدی! میری زندگی کا کچھ بھروسا نہیں ہے۔ میں نے سیف سے اس کی بیٹی صفیہ کے لیے تمہاری بات کی ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

"دادی ماں! گاؤں کی لڑکی میرے ساتھ کیسے گزارا کر پائے گی؟"

"وہ بہت اچھی لڑکی ہے، تمہاری زندگی سنور جائے

گی۔ تمہیں کوئی اور لڑکی تو پسند نہیں ہے؟" دادی ماں نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

"ارے نہیں دادی ماں! بھلا میں آپ کے ہوتے ہوئے یہ جرأت کر سکتا ہوں۔" نجانے کیوں ارسہ کی شبیہہ اس کے ذہن کے پردے پر لہرائی۔

"میری ایک بات یاد رکھنا میرے بچے! "بخاری ولا" کو صفیہ بخاری جیسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے۔ تم تو کبھی سیف کے گھر گئے نہیں، لیکن میں تو اس سے ملی ہوں، وہ بالکل ویسی ہے، جیسی بہو میں چاہتی ہوں۔ بے شک اس کے پاس دنیاوی تعلیم اتنی زیادہ نہیں، لیکن وہ قرآن پاک کی حافظ ہے۔ شرم و حیا اور عزت و ناموس والی ایک باکردار لڑکی ہے۔ اپنی دادی ماں کی یہ بات یاد رکھنا۔ وہ لڑکی تیری زندگی میں روشنی بکھیر دے گی۔"

اور اس کے بعد ان کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سعد بخاری سنبھل ہی نہ سکا۔ یہ باتیں یاد کرتے ہوئے بھی سعد کے آنسو اس کا گریبان بھگو چکے تھے۔ وہ خود کو ہسپتال کے اسی کمرے میں محسوس کر رہا تھا، جہاں وہ دادی ماں کا ہاتھ پکڑے یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلے پندرہ منٹ میں وہ گاؤں جانے کے لیے تیار تھا۔ گھڑی دیکھے بغیر جو شام کے پانچ بجا رہی تھی اور یہ سوچے بغیر کہ رات کو جب وہ سیف چاچو کے گھر پہنچے گا تو انہیں کیا جواب دے گا کہ وہ ان کے گھر کیوں آیا ہے۔ اور وہ بھی پہلی دفعہ۔

یہ نہیں تھا کہ وہ گاؤں کبھی گیا ہی نہ ہو، لیکن وہ جب بھی جاتا تھا، چھٹیوں میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہی جاتا اور اپنی حویلی میں قیام کرتا، جو سیف چاچو کی دیکھ بھال کی وجہ سے اپنی اسی حالت میں تھی جب اس کے امی ابو اسے چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ اپنی حویلی میں ہی ان سے دعا سلام کرتا اور ان کے اصرار کے باوجود کبھی ان کے گھر نہ گیا۔ کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ لیکن آج وہ ان کے گھر جا رہا تھا اور خاص طور پر جا رہا تھا۔

تین گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ سیف چاچو کی حویلی کے سامنے تھا، چوکیدار اسے مہمان خانے میں بٹھا کر جا چکا تھا۔ سیف بخاری مہمان خانے میں آئے تو انہیں سعد کو دیکھ کر خوش گوار سی حیرت ہوئی۔

"یہ آج میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ میرا بیٹا مجھ سے ملنے آیا ہے۔" وہ اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے پیار سے بولے وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"تم ادھر مہمان خانے میں کیوں چلے آئے۔ اندر حویلی میں چلو، ورنہ تمہاری چچی خفا ہوں گی۔"

"نہیں چاچو! میں یہیں ٹھیک ہوں۔ دراصل مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ ان کی بات کے جواب میں بڑے اعتماد سے بولا۔

وہ اس کے انداز پر ٹھٹکے۔ "ضروری بات بھی کر لینا، لیکن پہلے کچھ کھا پی تو لو۔ اتنی دور سے آئے ہو اور ویسے بھی رات کے کھانے کا وقت تو ہو چکا ہے۔" انہوں نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"نہیں چاچو! پہلے آپ میری بات سن لیں۔" وہ ان کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ اب کی بار انہیں بیٹھنا پڑا۔

"چاچو! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرا بڑا اب آپ کے سوا کوئی نہیں، جو بات کرے۔ اس لیے مجھے خود ہی یہ جرأت کرنا پڑ رہی ہے۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں آپ کی بیٹی صفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اتنی بڑی بات کرتے ہوئے اس کا اعتماد بحال تھا، سیف بخاری ایک دم خاموش ہو گئے۔

"چاچو! یہ دادی ماں کی خواہش تھی۔ آپ پلیز کوئی بھی جواب دینے سے پہلے اس بات کو ذہن میں رکھیے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، میں آپ کی بیٹی کو بہت خوش رکھوں گا۔ اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" اب کی بار سیف بخاری کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"سعد! مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی کو تم سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ لیکن تمہیں تو میری بیٹی سے شکایت ہو سکتی ہے نا۔ دیکھو بیٹا! میں جانتا ہوں، تمہیں اپنی دادی ماں سے بہت پیار ہے اور تم ان کی کوئی بات رد نہیں کر سکتے۔ لیکن بیٹا زندگی کے اتنے بڑے فیصلے جذبات میں آ کر نہیں کرتے کہ بعد میں پچھتاوے کے

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

سوا کچھ نہ بچے۔ تم خود پڑھے لکھے اور سمجھ دار ہو۔ یوں کسی کی پسند کے لیے اپنی ساری زندگی جذباتیت کی نذر نہیں کرتے۔"

"لیکن چاچو! وہ میری دادی ماں تھیں' اس دنیا میں مجھے ان سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر وہ یہ سوچتی تھیں کہ میری شریک حیات آپ کی بیٹی ہونی چاہیے تو اس سے بڑا کوئی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ میرے فیصلے کو جذباتیت نہ کہیں۔ میں نے یہ فیصلہ سوچ کر کیا ہے۔" اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"بچے! وہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ وہ ایک کم پڑھی لکھی گاؤں کی سادہ سی لڑکی ہے اور تم ٹھہرے اعلا تعلیم یافتہ اور شہر میں رہنے والے۔ وہ تمہاری زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ بجائے اس کے کہ بعد میں رنجشیں پیدا ہوں' ہمیں ابھی سے حقیقت کو مان لینا چاہیے۔"

وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ باپ ہونے کی حیثیت سے یہ ان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی کہ سعد بخاری جیسا کامیاب شخص ان کی بیٹی کا طلب گار تھا' لیکن وہ اس حقیقت سے بھی آشنا تھے کہ ان کی سادہ سی بیٹی شاید اس کامیاب انسان کی توقعات نہ پوری کر سکے۔ سعد ایک دم اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"چاچو! میں بے شک ایک تعلیم یافتہ شہری سہی لیکن آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں کہ میں آپ کا بھتیجا ہوں' آپ کا خون ہوں' پھر آپ کو وسوسے کیوں ستا رہے ہیں۔ کیا آپ کو مجھ پر اعتماد ہی نہیں؟" وہ ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

سیف بخاری بے بس سے ہو گئے۔ ان کی تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹا تو تھا نہیں بڑی دو بیٹیوں' آمنہ اور ہاجرہ کی شادی یہیں گاؤں میں کی تھیں' صفیہ ان کی سب سے لاڈلی اور چھوٹی بیٹی تھی۔ وہ اس کی وجہ سے تھوڑے پریشان بھی تھے کیونکہ خاندان میں اس کے جوڑ کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس کے خالہ اور ماموں کے بیٹے اس سے چھوٹے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیٹی کے لیے سعد بخاری کو منتخب کیا ہے۔ جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے انہوں نے قدموں میں بیٹھے سعد کی پیشانی چوم لی۔

"مجھے اپنے خون پر اعتماد ہے۔ وہ کبھی مجھے اپنے فیصلے پر شرمسار نہیں ہونے دے گا۔" سعد ان کی بات پر تشکر سے مسکرا دیا۔

یوں صرف ایک ہفتے کے اندر اندر صفیہ بخاری اپنے گاؤں کی حویلی سے بخاری ولا میں آ گئی۔ دونوں طرف سے شادی بہت سادگی سے کی گئی تھی۔ سعد اپنے اس فیصلے پر بہت مطمئن تھا کہ اس نے اپنی دادی ماں کی آخری خواہش کو پورا کر دیا۔

تھوڑے ہی دنوں میں سعد کو اندازہ ہو گیا کہ صفیہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ کم گو سی' اپنے کام سے کام رکھنے والی اور شوہر کی ہر بات کو حکم کا درجہ دینے والی۔

☼ ☼ ☼

آج اتوار تھا سعد لاؤنج میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ٹی وی پر خبریں بھی لگا رکھی تھیں۔ گاہے بگاہے ادھر بھی نظر ڈال لیتا۔ صفیہ آج صبح سے کچن میں مصروف تھی۔ ملازمہ سے ہی اسے پتا چلا تھا کہ سعد کو سرسوں کا ساگ بہت پسند ہے۔ اس نے خاص طور پر گاؤں فون کر کے ساگ کے لیے کہا ہوا تھا جو ہفتے کی شام کو اللہ وسایا (ملازم) دے گیا تھا۔

اور آج اتوار کو صفیہ کھانے میں سعد کی پسندیدہ ڈش بنانا چاہتی تھی۔ ساتھ میں دیسی گھی کے پراٹھے اور میٹھے میں اس نے گاجر کا حلوہ بنایا تھا۔

شادی سے پہلے اس نے صرف سعد کا نام سنا تھا وہ بھی دادی ماں کی وجہ سے' جو اس کے ابو کی چچی لگتی تھیں۔ ان کی باتوں میں صرف ان کے پوتے کا ذکر ہوتا تھا۔ صفیہ نے ان کا خود سے لگاؤ خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ اسے خود بھی وہ شفیق سی دادی ماں اچھی لگتی تھیں' لیکن اسے اندازہ نہ تھا کہ وہ دلہن بن کر ان کے پوتے کے گھر ہی آ جائے گی۔ وہ یہاں بہت سے

اندیشوں اور وسوسوں میں گھری ہوئی آئی تھی' لیکن سعد کی نرم خوئی کی وجہ سے جلد ہی یہاں گھل مل گئی اور اسے کوئی اندیشہ نہ رہا بلکہ اچھی مشرقی لڑکی طرح شوہر کی محبت دل میں گھر کرتی گئی اور اب وہ بہت مطمئن تھی۔

سعد جب اپنی دلچسپی کی ساری خبریں پڑھ چکا تو وہ اخبار ایک طرف رکھ کے کچن کی کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا' جو لاؤنج میں کھلتی تھی وہاں سے صفیہ کام کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ گہرے نیلے کپڑوں پر سفید اور نیلے رنگ کی چنری سر پر اوڑھے وہ بہت سادہ سی لگ رہی تھی۔ سعد نے اس کو صرف شادی کے پہلے دو تین دن ہی ہلکے میک اپ میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد سے وہ بالکل سادہ حلیے میں رہتی۔ بالوں کو چٹیا میں باندھے رکھتی۔ وہ دبلی پتلی' لانبے قد کی' پرکشش نقوش والی گندمی رنگت والی لڑکی تھی۔ نجانے کیوں سعد کبھی کبھی اس کا موازنہ ارسہ سے کرنے لگتا اور پھر خود ہی اپنی بے وقوفی پہ خود کو سرزنش کرنے لگتا۔ ان دونوں میں کوئی چیز مشترک نہ تھی۔

ارسہ حد سے زیادہ گوری رنگت والی' بہت خوب صورت' الٹرا ماڈرن اور اعلا تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ سعد ارسہ سے پیار کرتا تھا لیکن وہ اس کی دوست تھی اور وہ اس کے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتا تھا۔ اکثر یہ بھی سوچ اسے ستاتی کہ دادی ماں نے صفیہ میں ایسا کیا خاص دیکھا تھا جو اتنا بڑا دعوا کیا کہ بخاری ولا کو صفیہ جیسی لڑکی کی ضرورت ہے۔

"چائے۔"

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا۔ جب صفیہ نے اس کے سامنے چائے کا کپ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"صفیہ! ایک بات پوچھوں۔" وہ چائے رکھ کر دوبارہ کچن میں جانے لگی تھی' ایک دم رکی۔

"جی پوچھیں!"

"تم لپ اسٹک اور کاجل کیوں نہیں لگاتیں؟" تھوڑی دیر پہلے کی سوچیں نوک زبان تک آ گئیں۔

Art With You

Paint with Water Color & Oil Colour

First Time in Pakistan
a Complete Set of
5 Painting Books
in English

Water Colour I & II
Oil Colour
Pastel Colour
Pencil Colour

آپ آرٹ کے طالب علم ہیں یا پروفیشنل آرٹسٹ
برش پکڑنے سے، مکمل پینٹنگ تک آپ بن سکتے
ہیں ایک مکمل آرٹسٹ

اب پینٹنگ سیکھنا بہت آسان ایک ایسی کتاب
جس میں پینٹنگ سے متعلق ساری معلومات

Art With You
شائع ہو گئی ہے

قیمت -/350 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"آئندہ لگایا کروں گی۔" نرم سی مسکراہٹ جو سعد سے بات کرتے ہوئے عموماً" اس کے ہونٹوں پہ رہتی، اب بھی ابھری اور وہ دوپٹا صحیح کرتے ہوئے اندر چلی گئی۔

سعد نے حیرانی سے اس کے رویے کو نوٹ کیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس کی بات پر اعتراض کرے گی۔ ظاہر ہے، اس کی عادت نہیں تھی مگر اس نے مسکراتے ہوئے سر تسلیم خم کردیا۔

اور پھر صفیہ نے اپنا کہا سچ کردکھایا۔ اب اس کی آنکھیں ہروقت کاجل سے سجی رہتیں اور لبوں پر ہلکے رنگ کی لپ اسٹک ضرور لگاتی۔

سعد کو کبھی کبھی اس کی حد سے بڑھی فرماں برداری سے چڑ ہونے لگتی۔ وہ ایک وکیل تھا، لوگوں کو اپنے دلائل سے قائل کرتا تھا، یوں ایک دفعہ کے کہے پر صفیہ کا ہر بات بلاچوں وچراں ماننا اسے عجیب سا لگتا لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کرتا۔ اسے کیا خبر تھی کہ صفیہ کی جن خطوط پر تربیت ہوئی تھی وہ ان سے کیسے انکاری ہوسکتی ہے اور کیسے اپنے شوہر کی جائز باتوں سے اختلاف کرسکتی ہے۔

☆ ☆ ☆

موسم سرما کا ایک بہت ہی چمکیلا سا دن تھا۔ نرم نرم سی دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سعد کا موڈ بہت اچھا تھا۔ آج اس کا کام زیادہ نہ تھا، اس لیے وہ کورٹ سے جلد ہی گھر آگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یوں جلد گھر واپس آکر وہ صفیہ کو سرپرائز دے گا۔ مگر جب وہ گھر میں داخل ہوا تو صفیہ نظر نہ آئی۔ عموماً" وہ اسے لاؤنج میں ہی ملتی تھی۔

"سیما! بی بی کہاں ہیں؟" کچن میں کام کرتی ملازمہ سے اس نے پوچھا۔

"جی وہ اندر کمرے میں ہیں۔"

اس کا جواب سن کر وہ کمرے کی جانب چل دیا اور جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو صفیہ صوفے کے اوپر پاؤں کیے گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکائے اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔ وہ حیران ہوا کہ اس نے سعد کے اندر آنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"السلام علیکم!" سعد نے بلند آواز میں اسے اپنی جانب متوجہ کیا تو اس نے دیکھا صفیہ رو رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر وہ ہڑبڑا کر فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آج آپ جلدی گھر آگئے۔" دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"صفیہ! تم رو رہی تھیں.... کیوں؟" وہ اس کے یوں تنہا اپنے کمرے میں بیٹھ کر رونے پر حیران ہوا تھا۔

"نہیں تو۔ میں نے کیوں رونا ہے۔ آپ بیٹھیں میں کھانا لگواتی ہوں۔"

"صفیہ! میں نے جو پوچھا ہے، اس کا جواب دو۔" سعد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روکا۔

"وہ اصل میں مجھے امی، ابو اور گھر بہت یاد آرہا ہے۔ بہت دن ہوگئے ہیں نا، ملنے نہیں گئی۔ اکیلی تھی تو کچھ زیادہ ہی شدت سے یاد آگئے تو شاید آنسو نکل آئے۔ اور تو کوئی بات نہیں۔"

اس نے ایک دفعہ پھر اپنا نم چہرہ صاف کرتے ہوئے اپنے رونے کی وضاحت کی تو جیسے اس پر گھڑوں پانی گر گیا۔

آج ان کی شادی کو تقریباً" ڈیڑھ ماہ ہوچکا تھا۔ اسے خیال کیوں نہ آیا کہ صفیہ اس کی طرح اکیلی نہیں ہے۔ اس کے ماں، باپ اور بہنیں ہیں، جو اسے یاد آتے ہوں گے۔ سیف چاچو نے دو دفعہ چکر لگایا تھا لیکن اسے پھر بھی خیال رکھنا چاہیے تھا کہ صفیہ کو میکے لے کر جانا چاہیے۔

"صفیہ! اگر مجھے یاد نہیں رہا تو تم ہی مجھے یاد کرا دیتیں۔ میں تمہیں ملانے لے جاتا۔ یوں اکیلے میں یاد کرنے کی بجائے ملنا زیادہ بہتر تھا نا۔" وہ اس سے استفسار کررہا تھا۔

"میں نے سوچا آپ بہت مصروف رہتے ہیں۔ جب فارغ ہوں گے تو پھر چلیں گے۔" لبوں پہ مخصوص مسکراہٹ سجائے وہ اطمینان سے بولی۔

"صفیہ! مصروفیت تم سے زیادہ اہم نہیں۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا اور اب پانچ منٹ کے اندر تیار ہوجاؤ، ہم ابھی گاؤں جارہے ہیں۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں۔" اس کی بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی کہ وہ خوشی سے بولی۔

"بالکل سچ! آجاؤ۔"

اور پھر وہ پانچ منٹ بعد گاؤں جارہے تھے۔

"آپ مجھے گاؤں چھوڑ کر آجائیں گے؟" گاڑی میں ایک دم صفیہ کی آواز ابھری۔

"تمہارا دل کیا کہتا ہے؟" سعد نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ آف وائٹ چادر پیشانی تک اوڑھے بہت پاکیزہ لگ رہی تھی۔

"میرا دل تو کہتا ہے کہ جتنے دن میں وہاں رہوں، آپ بھی وہیں رہیں۔" اس کی بات پر سعد کے پاؤں ایک دم بریک پر پڑے تھے۔

"کیا کہا تم نے؟" اتنے دنوں میں یہ پہلی بات تھی جو صفیہ نے بے تکلفی سے کی تھی۔ اس کا حیران ہونا بنتا تھا۔ اس کے اس طرح پوچھنے پر صفیہ خود میں سمٹ گئی۔

"جلدی جلدی گاڑی چلائیں، سردی بڑھ رہی ہے۔" سعد کے شرارت سے دیکھنے پر اس نے اس کا دھیان گاڑی کی طرف کرایا تو اس نے بھی مسکراتے ہوئے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کردی۔

☆ ☆ ☆

سعد نے صفیہ کے دل کا کہا مان لیا کیونکہ وہ خود بھی تو اس کا عادی ہوچکا تھا۔ اس لیے اتنی مصروفیت کے باوجود سعد نے اپنے اسسٹنٹ وکیل کو فون کرکے کام کے بارے میں سمجھادیا اور تین دن تک صفیہ کے ساتھ حویلی میں رہا۔ اسے خود بھی یوں ایک فیملی کے ساتھ ٹائم گزارنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ صفیہ کی بہن آمنہ اور ہاجرہ بھی اطلاع ملتے ہی ان سے ملنے آگئیں۔ ان کے بچوں کی وجہ سے اور بھی رونق ہوگئی۔ رات کو جب وہ اپنی بہنوں کے پاس بیٹھی ان سے باتیں کررہی تھی تو آمنہ آپی اس سے سعد کے بارے میں پوچھنے لگیں۔

"صفیہ! تو سعد بھائی کے ساتھ خوش تو ہے نا؟"

"آپی! آپ اندازہ بھی نہیں کرسکتیں کہ میں کتنی خوش ہوں۔ میں جانتی ہوں آپ میرے دور ہونے کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں، لیکن آپ یقین کریں، سعد بہت اچھے ہیں۔" وہ سادگی سے بولی۔

"نجانے کیوں صفو! مجھے خدشے ستاتے رہتے ہیں کہ سعد بھائی اتنے خوبصورت، پڑھے لکھے بڑے وکیل ہیں۔ ساتھ لڑکیاں بھی کام کرتی ہوں گی، ان سے دوستی بھی ہوگی اور تو ویسے بھی معصوم سی ہے۔ تجھے تو کچھ پتا بھی نہیں چلنا۔" صفیہ ان کے خدشے پر مسکرا دی۔

"آپا! آپ ہی آمنہ آپی کو سمجھائیں۔ سعد ایسے نہیں ہیں۔ وہ بہت سنجیدہ اور لیے دیے رہنے والے انسان ہیں۔ خوبصورت اور پڑھا لکھا ہونے کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ ان کی لڑکیوں سے ضرور دوستی ہوگی، ایسی بات ہوتی تو مجھ سے شادی کیوں کرتے۔ آپ بس میرے لیے دعا کریں۔ آپ فکر نہ کیا کریں، میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں۔"

اس نے رسان سے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی بہنیں اس کی طرف فکرمند رہتی ہیں، اس لیے ان کو تسلی دینے لگی۔ وہ بھی مطمئن ہوکر اس سے اپنے سسرال اور بچوں کی باتیں کرنے لگیں۔

صفیہ کی بہنوں نے تو اپنی محبت میں اپنے خدشات کا اظہار کیا لیکن سیف بخاری اور رقیہ نے ایسا کوئی سوال نہ کیا اور نہ ہی کسی خدشے کا اظہار کیا۔ وہ اپنی بیٹی کی آنکھوں اور چہرے سے خوشی کی تحریر پڑھ سکتے تھے اور یہ چیز ان کو مطمئن کرنے کے لیے کافی تھی۔ سعد اور صفیہ کے آنے کی وجہ سے وہ دونوں بہت خوش تھے۔ وہ تین دن وہاں رہے اور بہت خوبصورت سا وقت گزار کر واپس لوٹ آئے۔

جب وہ بخاری ولا میں پہنچے تو سعد گیٹ پر ہی رک گیا کیوں کہ چوکیدار ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے ان کی طرف ہی آرہا تھا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"سلام صاحب! دو دن پہلے ارسہ بی بی آئی تھیں۔ یہ کارڈ دے کر گئی ہیں کہ آپ کو دے دوں۔" چوکیدار نے کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ سعد نے کھول کر دیکھا تو ارسہ کی شادی کا کارڈ تھا۔

"ارسہ کی شادی ہو رہی ہے۔" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

"ارسہ کون ہے؟" صفیہ نے ارسہ کا نام پہلی دفعہ سنا تھا۔ اس لیے پوچھنے لگی۔

"میری... کولیگ ہے۔" نجانے کیوں وہ دوست کہتے کہتے رکا تھا۔ کیا خبر صفیہ کو اچھا نہ لگے۔

"تم میرے ساتھ شادی میں چلوگی؟" وہ وہیں کھڑے کھڑے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اگر ان کے ہاں عورتوں کے لیے الگ سے انتظام ہوا تو چلوں گی۔"

"کیوں، الگ سے انتظام کیوں؟" سعد نے ایکدم پوچھا۔

"میں پردہ کرتی ہوں، اس لیے مخلوط محفلوں میں نہیں جاتی۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں نرمی سے کہتے ہوئے اندر کی جانب چل دی۔ مگر وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔

بعض باتیں کتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ہم دھیان ہی نہیں دیتے، لیکن وہ چھوٹی سی بات اپنے اندر کتنا معنی لیے ہوتی ہے۔

"میں مخلوط محفلوں میں نہیں جاتی۔"

اس چھوٹے سے فقرے پہ وہ سوچ رہا تھا کہ ہمیں مخلوط محفل میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ برائی، برائی محسوس نہ ہو، بلکہ وقت کی ضرورت اور ماحول کا تقاضا لگے۔

وہ خود سے مخاطب ہوتا اندر کی جانب چل دیا۔

ارسہ کی شادی کا سن کر وہ کافی مطمئن ہو گیا تھا۔ نجانے کیوں دل سے ایک نادیدہ سا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ وہ ارادتاً نہ سہی لیکن ارسہ کی دل آزاری کا باعث ضرور بنا تھا اور اب اس کی شادی کا سن کر اسے اطمینان ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

آج سعد اور سیرت دونوں ارسہ کی مہندی کے فنکشن میں آئے ہوئے تھے۔ آج سے پہلے سعد اس طرح کے فنکشنز سے خوب محظوظ ہوا کرتا تھا لیکن صفیہ کا صرف ایک فقرہ سننے کے بعد آج وہ پورے ماحول کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور اسے یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ خاص طور پر ارسہ ملک خود۔

وہ اپنے ہونے والے شوہر نہال ملک کے ساتھ بے تکلفی سے گھوم پھر رہی تھی۔ اس نے عنابی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ جس کے بارڈر پر سنہری موتیوں کا کام ہوا تھا۔ اس کا گلا کافی گہرا تھا۔ بلاؤز بھی کچھ چھوٹا تھا اس لیے کمر کا کچھ حصہ بھی نظر آرہا تھا اور پھر روایتی شرم و حیا کے بجائے اس کی بے تکلفی اور شوخی...

"کیا آج میں زیادہ اچھی لگ رہی ہوں جو سعد بخاری کی نظریں مجھ سے ہٹ ہی نہیں رہیں۔" وہ اپنے خیالوں میں گم تھا، جب نجانے کب ارسہ اس کے پاس آگئی اور بڑی بے تکلفی سے بولی۔ وہ اس کو بہت جتاتی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جیسے یہ بتانا چاہ رہی ہو کہ سعد اس جیسی لڑکی کو کھو چکا ہے۔

سعد کی نظروں میں ایکدم صفیہ کی شبیہہ ابھری تھی اور دل میں جیسے بے پناہ احترام موجزن ہو گیا۔ صفیہ سے ملنے کے بعد اسے ارسہ پُراعتماد اور بے تکلف نہیں بلکہ ماڈرن تہذیب کی گود میں پلی ایک بے باک لڑکی لگ رہی تھی۔

"ارسہ! میری طبیعت ٹھیک نہیں تم پلیز برا نہ ماننا، میں زیادہ دیر یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں اور وہاں سے آگیا۔ یہ سوچے بغیر کہ ارسہ نے اس کے یوں چلے آنے کو کیا معنی پہنائے ہوں گے اور سیرت کو بھی نہیں بتایا، جو کسی مہمان سے باتوں میں مگن تھا۔

"شکر ہے میرے ساتھ صفیہ نہیں آئی۔ نجانے وہ میرے بارے میں کیا سوچتی۔" سعد گاڑی میں بیٹھے صفیہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"یہ جگہ اس کے قابل بھی نہ تھی۔ وہ تو یہاں ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔ میں اسے کبھی اس طرح کی محفلوں میں آنے کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ کبھی نہیں۔" صفیہ کے ایک فقرے نے اس کی پوری سوچ کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

صفیہ دو تین دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ سعد کچھ بے چین سا ہے۔ اس نے اپنی پریشانی اس پہ ظاہر نہیں کی تھی اور صفیہ نے بھی پوچھنے کی کوشش نہ کی۔ وہ اس انتظار میں تھی کہ شاید وہ خود ہی بتا دے گا۔

آج بھی وہ آفس سے آکر چائے پیتے ہوئے اخبار پڑھ رہا تھا۔ یہ اس کی روٹین کا حصہ تھا کہ اسے دن کے جس حصے میں بھی فرصت ملتی وہ اخبار ضرور پڑھتا تھا۔ لیکن آج اس نے اخبار بھی نہیں پڑھا اور صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔ صفیہ جو اس کے صبح کے لیے کپڑے پریس کر رہی تھی۔ گاہے گاہے اس پر بھی نظر ڈال رہی تھی۔ آج رہ نہ سکی کام سے فارغ ہو کر اس کے پاس آگئی۔

"سعد! آپ کو کوئی پریشانی ہے تو مجھ سے کیوں نہیں شیئر کرتے؟" سعد جو آنکھیں موندے بیٹھا تھا، ایکدم آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے سامنے نیچے کارپٹ پہ بیٹھی تھی اور اپنا ہاتھ اس کے گھٹنے پہ رکھ کر بڑی نرمی سے پوچھ رہی تھی۔ سعد جب سے ارسہ کے گھر سے آیا تھا، بے چین سا تھا۔ اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا چیز بے چینی کر رہی ہے۔ لیکن یہ بھی اندازہ نہ تھا کہ اس کی پریشانی صفیہ بھی بھانپ لے گی۔

"تمہیں کیسے معلوم کہ میں پریشان ہوں؟" وہ ہنستے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں دو تین دن سے نوٹ کر رہی ہوں، آپ کی سوچیں کچھ منتشر سی ہیں، کسی کام میں دلچسپی نہیں لے رہے، ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھا رہے اور مجھ سے بھی ٹھیک طرح سے نہیں بول رہے۔" وہ تفصیل سے اسے بتاتی بہت اپنی سی لگی تھی۔

"تم نے صحیح اندازہ لگایا کہ میری سوچیں منتشر سی ہیں، لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں، حقیقت میں مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں پریشان کیوں ہوں۔" وہ بے بسی سے اس کے سامنے اعتراف کر رہا تھا۔

"میری ایک بات مانیں گے؟" اب کے اس نے اپنے دونوں ہاتھ سعد کے ہاتھوں پہ رکھ دیے۔ آواز میں پھولوں کی سی نرمی تھی۔

"ایسے بات کروگی تو کیسے انکار کر سکتا ہوں۔"

"آپ نماز پڑھا کریں۔ دل خود بخود پرسکون ہو جائے گا۔ کوئی وسوسہ، کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ مسائل خود بخود حل ہوتے جائیں گے۔ اپنے رب کے ساتھ لو لگا کر دیکھیں۔ دل میں بے چینی کے لیے جگہ ہی نہیں رہے گی۔ یہ میرا یقین ہے۔ آپ بھی آزما کر دیکھیں۔" سعد اس کے لہجے کی سچائی میں ڈوب کے ابھرا تھا۔

"سعد! آپ کو شاید میری یہ جرأت بری لگے۔ لیکن میں یہ بات کیے بغیر نہیں رہ سکی۔" صفیہ نے اس کی خاموشی کو کوئی اور معنی پہنائے تھے۔

"صفیہ! ہماری شادی کو دو مہینے ہو گئے ہیں اور تم مجھے آج میری کوتاہیوں کا احساس دلا رہی ہو۔ جو باتیں آج کر رہی ہو، یہ پہلے کیوں نہ کہیں؟ کیوں سب کچھ جانتے بوجھتے مجھے غلطی کا احساس نہ دلایا؟" اب کے وہ دکھ سے بولا تھا۔

"اس لیے سعد کہ نہ میں رتبے میں آپ کے برابر تھی اور نہ علم میں۔ اسی احساس کے تحت میں زبان سے نہ بولی، لیکن اپنے ہر عمل سے آپ کو ضرور باور کرایا۔ میں جان بوجھ کر آپ کے سامنے نماز پڑھتی۔ آپ کے سامنے قرآن پاک پڑھتی تاکہ آپ کو بھی احساس ہو جائے۔ میں شاید اب بھی آپ کو اسی خاموش طریقے سے جتلاتی لیکن آج آپ کی بے چینی دیکھی نہ گئی تو یہ باتیں کہنی پڑیں۔"

صفیہ کے بولنے سے اتنا ضرور ہوا تھا کہ وہ اپنی بے

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

چینی کی وجہ جان گیا تھا کہ وہ اتنی پاک باز اور اچھی لڑکی کے قابل نہیں تھا۔ یہ تو اس کے رب کا کرم ہے، جو اس نے اس کے نصیب میں صفیہ جیسی پاکیزہ لڑکی لکھی۔ سعد نے جھک کر صفیہ کی صبیح پیشانی چوم لی تو وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اٹھنے لگی مگر سعد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔

☼ ☼ ☼

کچھ دلوں کی سرزمین بڑی زرخیز ہوتی ہے۔ جب وہاں اچھی باتوں کے بیج بوئے جاتے ہیں تو نیکی کی فصل بڑی جلدی تیار ہو جاتی ہے۔ یہی سعد بخاری کے ساتھ ہوا۔ اس نے بہت جلد صفیہ کی ساری باتوں کو اپنا لیا تھا۔ اب وہ مطمئن اور مسرور رہنے لگا تھا۔

شادی کے ڈیڑھ سال بعد جب اس کے ہاں جڑواں بچوں کی پیدائش ہوئی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میمونہ اور عبداللہ نے آکر ان کے گھر کو واقعی جنت بنا دیا۔ وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتا کم تھا، جس نے اسے صفیہ جیسی بیوی اور میمونہ اور عبداللہ عطا کیے۔

اب اسے ارسہ بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔ نہ وہ ملی اور نہ ہی اس نے ملنے کی کوشش کی۔ صفیہ کے ساتھ رہتے ہوئے وہ یہ حقیقت تو جان گیا تھا کہ لڑکے اور لڑکی کی دوستی کی ہمارے دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ویسے بھی کچھ عرصے بعد وہ دبئی شفٹ ہو گئی۔ اسے اب اس کی کوئی خبر نہ تھی البتہ سیرت سے اس کی دوستی ابھی بھی قائم تھی لیکن اس دوستی میں بھی سعد نے احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا تھا۔

اس احتیاط کا ادراک سعد کو اس دن ہوا تھا، جب ایک کیس کو سیرت کے ساتھ ڈسکس کرتے ہوئے آفس میں ہی شام کے سات بج گئے۔

"یار! بس کرو ویسے بھی جو پوائنٹس رہتے ہیں، کلائنٹ کی موجودگی میں ہی ڈسکس ہو سکتے ہیں اور اب مجھے بھوک بھی ستا رہی ہے۔ دوپہر کو بھی کچھ خاص نہیں کھایا تھا۔" سیرت تھک بھی چکا تھا، بھوک نے بھی ستایا تو وہ فائل بند کرتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا مجبوراً سعد کو بھی کام ختم کرنا پڑا۔

"ایک تو تمہاری اس عادت سے میں بہت تنگ ہوں جو تمہیں کام کے دوران بھوک ستانے لگتی ہے۔ اگر کچھ دیر اور کام کرتے تو مجھے آسانی ہو جاتی۔" سعد بولتے ہوئے اپنی چیزیں بھی سنبھالنے لگا۔

"اچھا! اب بتاؤ ڈنر کے لیے کہاں چلیں؟" سیرت اپنا کوٹ بازو پہ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پتا نہیں کیوں یار! جب سے میری شادی ہوئی ہے کھانے کے لیے میرا صرف گھر جانے کو ہی دل کرتا ہے۔ مجھے اب ہوٹل وغیرہ کے کھانے اچھے نہیں لگتے۔" سعد نے جیسے اس کو اپنا ارادہ بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بھابھی بہت اچھا کھانا بناتی ہیں تو بس! پھر آج ایسا کرتے ہیں کہ میں بھی تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں اور بھابھی کے ہاتھ کا کھانا کھا لیتا ہوں، کیونکہ کائنات میکے گئی ہوئی ہے اور ملازمہ کو میں نے کھانا بنانے سے منع کیا ہوا ہے۔" وہ بے چارگی سے بولا تو سعد کو ہنسی آگئی۔

"سیرت! اتنی مسکینی بھی اچھی نہیں۔ لیکن تم فکر نہ کرو میں ابھی صفیہ کو فون کرتا ہوں کہ وہ اچھا سا ڈنر تیار کرے ہم گھر آ رہے ہیں۔" سعد نے موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"رہنے دے یار! ایسے ہی چلتے ہیں۔ جو بنا ہو گا کھا لیں گے، بھابھی کو کیوں زحمت دیتا ہے۔" سیرت نے کہا تو سعد نے بھی اس کی بات مان لی اور دونوں سعد کے گھر آ گئے۔

پہلے جب بھی سیرت ان کے گھر آتا تھا۔ بے تکلفی سے اندر چلا جاتا تھا۔ آج بھی وہ سعد کے ساتھ ہی اندر جانے لگا تھا کہ سعد نے قدم روک لیے اور وہیں سے سیرت کو لیے ڈرائنگ روم کی طرف آگیا۔ سیرت حیرانی سے سعد کو دیکھ رہا تھا۔

"سیرت! تم برا نہ ماننا، دراصل صفیہ پردہ کرتی ہے، تو میں تمہیں اس لیے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔" وہ تھوڑا شرمندگی سے بولا تھا۔

"تو تم کیوں شرمندگی سے زمین میں دھنسے جا رہے ہو، جلدی سے یہیں کھانا لاؤ، اس شرمندگی سے کام نہیں چلے گا۔" سیرت کے ہلکے پھلکے سے انداز پر سعد تشکر سے اسے دیکھتا ہوا اندر چل دیا۔

وہ سیدھا کچن میں آیا، جہاں صفیہ سیما کے ساتھ مل کر کھانا بنا رہی تھی۔

"صفیہ! میرے ساتھ میرا دوست سیرت آیا ہے۔ کھانے میں کیا بنایا ہے۔" سلام کے بعد سعد نے صفیہ سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔

"میں نے تو اچار گوشت اور مکس سبزی بنائی ہے لیکن سیما کی فرمائش پر ماش کی دال بنائی ہے اور اسے مکھڈی حلوہ بنانا سکھایا ہے تو وہ بھی ہے۔ اور سلاد رائتہ تو ہے ہی۔ آپ مجھے فون پر سیرت بھائی کے آنے کا بتا دیتے تو میں کچھ اور بھی بنا لیتی۔"

سعد اس کی باتوں پر مسکرا دیا۔

"سیما کی فرمائش پر ماش کی دال" اس نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا کہ کسی نے اپنے ملازم کی فرمائش پوری کی ہو۔

"یہی کافی ہے۔ تم بس کھانا ڈرائنگ روم میں بھجوا دو۔"

"کھانا واقعی بہت مزے کا ہے۔ اب مجھے پتا چلا کہ تیرا دل ہوٹل کے کھانے کو کیوں نہیں کرتا۔ ویسے ایک بات تو بتا! بھابھی روزانہ تیرے لیے اتنا اہتمام کرتی ہیں؟" کھانے کے بعد سیرت کا تبصرہ اور سوال سعد کو مزا دے گئے۔

سیرت! تجھے کھانا اچھا لگا، بڑی بات ہے اور اگر زیادہ اچھا لگا ہے نا تو آئندہ لنچ بھی کیفے سے کرنے کی بجائے گھر سے منگوا لیا کریں گے۔" سعد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر واقعی سیرت کی فرمائش پر سعد کا لنچ گھر سے آتا۔ صفیہ مزے مزے کے کھانے بنا کر ان کو بھیجتی اور ہوٹلوں کے کھانے سے ان کی جان چھوٹی۔

لیکن اس چھوٹے سے واقعے کے بعد سعد بہت محتاط ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ پہلے یہ بھی بے تکلفی سے سیرت کے گھر جاتا تھا۔ کائنات بھابھی سے بھی گپ شپ کرتا تھا، لیکن جب سے اس نے سیرت کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا، اس کے بعد سے وہ جب سیرت کے گھر جاتا تو خود بھی ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھتا یہ اور بات کہ کائنات بھابھی حال احوال پوچھنے ڈرائنگ روم میں بھی آجاتیں۔ دوستی تو عمر بڑھنے کے ساتھ مزید گہری ہوتی گئی لیکن گھروں میں بے تکلفی سے آنے جانے کی رسم ختم ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

زندگی بڑی سبک روی سے گزر رہی تھی۔ آج بھی وہ بڑے خوش گوار موڈ میں گھر آیا تھا لیکن وہ دنگ رہ گیا۔ صفیہ کی اتنی اونچی آواز اس نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ وہ تو بہت دھیما اور بہت نرمی سے بولتی تھی لیکن آج تو اس کی آواز لاؤنج سے باہر آ رہی تھی۔

سعد جب اندر داخل ہوا تو اور بھی حیران ہوا وہ سیما پر برس رہی تھی۔ وہ تو ملازموں کے ساتھ بہت شفقت سے بولتی تھی۔ آج یقیناً" کوئی بڑی بات ہوئی ہے۔ وہ یہی سوچتے ہوئے ان کے پاس آگیا۔

"صفیہ! کیا ہوا ہے، کچھ تو خیال کرو، وہ بے چاری رو رہی ہے اور تم ڈانٹے جا رہی ہو۔"

"آپ اسے بے چاری تو ہرگز نہ کہیں۔ میں نے اسے کتنی دفعہ منع کیا ہے۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میری بات کو یہ کوئی اہمیت ہی نہیں دیتی۔" غصے کی شدت سے وہ بولتے ہوئے کانپ رہی تھی۔

"سیما! تم جاؤ، چائے لاؤ اور تم ادھر بیٹھو۔" سعد نے سیما کو کچن میں بھیج کر اسے وہیں لاؤنج میں پڑے صوفے پر بٹھایا۔ جگ سے خود پانی ڈال کر گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"لو پانی پیو!" صفیہ نے آرام سے پانی پی لیا۔

"اب بتاؤ! کیا ہوا ہے جو تم اتنا رُوڈلی بول رہی تھیں۔" جب سعد کو لگا کہ اس کے اعصاب نارمل ہونے لگے ہیں تو اس نے پوچھا۔

"آپ نہیں جانتے اس کو ٹی وی دیکھنے کی عادت

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

پڑگئی ہے اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ اب بھی غصے سے بولی۔

"صفیہ! یہ تو ایسی قابل اعتراض بات نہیں کہ تم اس پر غصہ کرو۔ اگر وہ فارغ وقت میں ٹی وی دیکھتی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"مجھے اس کے ٹی وی دیکھنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا، لیکن اب کچھ دنوں سے یہ پڑوس سے سن کر انڈیا کے ڈرامے اور چینلز دیکھتی ہے۔ مجھے تو پتا بھی نہ چلتا اگر بچوں کے ساتھ آگے پیچھے کام کرتے ہوئے ان ڈراموں کی کچھ آوازیں میرے کان میں نہ پڑتیں۔ آپ جانتے ہیں ان کے ہر ڈرامے میں پوجا پاٹ والا منظر ضرور ہوتا ہے۔ وہ پوجا بے شک ڈرامے کا ایک سین ہوتا ہے، لیکن وہ سین ٹی وی کے ذریعے ہوتا تو ہمارے گھر میں ہے نا، وہ مندروں اور ناقوس کی بجتی گھنٹیاں، وہ پورے پورے بھجن ہمارے گھر میں پڑھے جاتے ہیں، ٹریفک کے شور کی وجہ سے اذانوں کی آوازیں تو گھروں تک پہنچ نہیں سکتیں، لیکن بھجن ضرور یاد ہو جائیں گے۔ اب بچوں پر اس کے جو اثرات مرتب ہوں گے ان کا ذمہ دار کون ہے؟ میں اور کسی کو تو نہیں، لیکن اپنے گھر کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی اہلیت ضرور رکھتی ہوں۔ اسی لیے میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تمہیں ٹی وی دیکھنے کا بہت شوق ہے تو کوئی پاکستانی چینل دیکھ لیا کرو۔ حیا تو خیر ان میں بھی مفقود ہو چکی ہے، لیکن بہرحال شرک تو نہیں ہوتا، پر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔" وہ بولے جا رہی تھی اور سعد ایک دفعہ پھر اسی کیفیت میں تھا، جب صفیہ نے اسے نماز کے لیے کہا تھا۔

"کل بھی میں باہر لان میں بیٹھی میمونہ کا سوئیٹر بن رہی تھی۔ بچے کھیل رہے تھے اور سیما پڑوس میں کام کرنے والی شازیہ سے باتیں کر رہی تھی۔ جو ہمارے گھر میلاد کا کہنے آئی تھی اور پھر وہیں سیما سے باتیں کرنے لگی۔ میری سختی کی وجہ سے سیما جو ڈرامے نہ دیکھ سکی، وہ شازیہ سے سن رہی تھی۔ میں تو یہ سن کر دنگ رہ گئی کہ انہیں کافروں کے بتوں کے نام تک یاد تھے جنہیں وہ بھگوان کہتے ہیں۔ پھر مجھے غصہ نہ آتا تو کیا ہوتا۔ اس شازیہ کو تو میں نے بھگایا اور اسے رسان سے سمجھایا کہ یہ سب کچھ گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن آج پھر وہی تماشا..... میں مغرب کی نماز پڑھ رہی ہوں اور یہ ٹی وی کے آگے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ مجھ سے نماز پڑھنی مشکل ہو گئی۔ جب کانوں میں لغو آوازیں آ رہی ہوں تو دل اور دماغ کیسے یکسو ہو سکتے ہیں۔ بس پھر مجھ سے بھی برداشت نہیں ہوا اور مجھے مجبوراً "غصہ کرنا پڑا" ورنہ گھر کی برکت تو ختم ہوتی ہی..... لیکن بچوں کے ذہن ابھی کچے ہیں وہ خود کو اس متصادم تہذیب کے بڑھتے ہوئے شکنجے سے کیسے بچائیں گے؟" بولتے ہوئے اس کی آواز آج بھی رندھ گئی۔

"مجھ سے ایسی باتیں برداشت نہیں ہوتیں، اس لیے اونچا بول گئی، آپ مجھے معاف کر دیں۔" سعد جو اس کی باتوں کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس کر رہا تھا، اس کی معافی والی بات پر حیران ہوا۔

"میری امی کہتی ہیں جب سارے دن کا تھکا ہارا شوہر گھر میں داخل ہو تو گھر میں سکون ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شدید مسئلہ بھی ہو تو اسے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد بتانا چاہیے ورنہ تھکے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ آپ کی صحیح بات کو بھی غلط معنی پہنا سکتا ہے۔ لیکن آج میں نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو پریشان کر گئی۔ آئندہ خیال رکھوں گی۔" وہ اب نادم سی لگ رہی تھی۔

"پتا ہے صفیہ! جب تم ایسی باتیں کر رہی ہوتی ہو تو میرا دل کرتا ہے، تم ایسے ہی بولتی رہو اور میں سنتا رہوں۔" وہ اسے پیار سے اپنی نظروں میں سموتے ہوئے بولا وہ گہرے سبز سوٹ میں بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

"میں ابھی نیوز چینلز کے علاوہ سارے چینلز لاک کر دیتا ہوں۔ پھر تمہیں ایسی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں کھانا لگاتی ہوں۔ آج آپ کی پسند کی بریانی

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اور شامی کباب بنائے تھے لیکن باتوں میں کچھ یاد نہیں رہا۔" وہ اپنا دوپٹا صحیح کر کے کچن میں چلی گئی تھی، لیکن سعد اس سے نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ صفیہ کیسی باتیں کرتی ہے جن کے بارے میں ہم سوچنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی تو وہ سیرت کے گھر گیا ہوا تھا اور اس کا سات آٹھ سالہ بیٹا دانیال ہندی زبان میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ سعد نے جب پوچھا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے تو سیرت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سلمان خان فیورٹ ہے اس کا اس نے فلم میں کوئی بھجن پڑھا تھا۔ وہ صاحبزادے نے بھی یاد کر لیا۔" اس وقت سیرت کی بات اسے بالکل بری نہیں لگی تھی۔ بلکہ وہ ہنسنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ تتلا کر بولتا اچھا لگ رہا تھا۔ پھر کائنات بھابھی کا یہ کہنا۔

"میرا بیٹا بڑا ذہین ہے سعد بھائی! یہ ہر بات کو فوراً" پک کر لیتا ہے۔" وہ متاثر ہوا تھا۔

اب وہ ان باتوں کو یاد کر کے سوچ رہا تھا کہ جب ہمارے بچے اتنے ذہین ہوتے ہیں کہ ہر بات کو فوراً" پک کر لیتے ہیں تو ہم انہیں اس راستے پر کیوں نہیں لے جا سکتے جو راستہ ہمیں ہمارے رب کی طرف لے جائے۔ جہاں فلاح ہی فلاح ہو۔ لیکن ہر کوئی اس جیسا خوش نصیب نہیں ہوتا کہ جسے صفیہ جیسی شریک حیات ملے۔

"کاش! ہر کوئی صفیہ جیسا سوچ سکے تو زندگی کا ڈھب ہی جدا ہو۔" وہ ریموٹ اٹھا کر چینل لاک کرنے لگا۔

☼ ☼ ☼

سعد اسٹڈی میں بیٹھا ایک بہت اہم کیس اسٹڈی کر رہا تھا۔ جب اس کا دس سالہ بیٹا عبداللہ دستک دے کر اندر داخل ہوا۔

"بابا جانی! اگر آپ ڈسٹرب نہ ہوں تو میں آجاؤں؟" وہ تھوڑے فاصلے پر کھڑا بہت تمیز سے اجازت مانگ رہا تھا۔ سعد کو اس کے انداز پر پیار آگیا۔ "بالکل بھی ڈسٹرب نہیں ہوں گا۔ آپ آجائیں۔" اس نے فائل بند کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا۔

"بابا جانی! میرے ساتھ مونا بھی تھی، لیکن ماما جانی نے ہمیں منع کیا تھا کہ آپ کام کر رہے ہیں، آپ کے پاس نہ جائیں تو وہ لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی لیکن میں آگیا، اب میں مونا کو بھی بلا لاؤں؟" وہ تھوڑا جھجکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ایسا کرتے ہیں لاؤنج میں ہی مونا اور آپ کی ماما کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں۔"

عبداللہ نے راضی ہو کر سر ہلایا۔ سعد اس کو ساتھ لیے لاؤنج میں آگیا، جہاں صفیہ کارپٹ پہ بیٹھی بچوں کی کاپیوں پر کور چڑھا رہی تھی اور مونا منہ بسورے اس کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھی تھی۔

"عبداللہ! میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا پھر بھی تم....."

"ارے نہیں صفیہ! میں خود ہی باہر آیا ہوں، تم پلیز بچوں کو نہ ڈانٹو اور یہ میرا مون کیوں ناراض بیٹھا ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور دونوں بچوں کو گود میں بٹھا لیا۔

"ہاں! اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بابا جانی! آپ کو پتا ہے ناں! صبح عبداللہ کا قرأت کمپیٹیشن ہے؟"

"بابا کی جان! بالکل پتا ہے۔" اس نے دونوں کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

دونوں جڑواں ہونے کی وجہ سے ایک کلاس میں تھے اور پڑھائی کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی آگے آگے تھے۔ عبداللہ ہمیشہ قرأت اور نعت میں پرائز لیتا تھا اور مونا جو بچوں کی ٹیوٹر بھی خود تھی اور قاریہ بھی خود تھی۔ تقریری مقابلوں میں بچوں کی یہ ساری تیاری صفیہ کرواتی تھی اسی لیے بچے اس سے تھوڑا ڈرتے تھے اور سعد سے ہی فرمائش وغیرہ کرتے تھے۔

"تو بابا جانی! عبداللہ کو وائٹ ڈریس پہن کے جانا

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ہے اور ماما جانی کہتی ہیں کہ میں بھی وائٹ ہی فراک پہنوں جبکہ مجھے پنک والا اچھا لگتا ہے۔" وہ منہ بسور کر بولتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کررہی تھی۔

"مونا! تم نے مجھے کہا تھا کہ میں نے وائٹ نہیں، پنک پہننا ہے، پھر بابا جانی سے کیوں شکایت کررہی ہو؟" صفیہ حیرانی سے مونا سے پوچھنے لگی۔ مونا نے جلدی سے سعد کی گود میں اپنا منہ چھپالیا۔ وہ دونوں اسی طرح چھوٹی چھوٹی بات سعد سے شیئر کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔

"اچھا مونا کی ماما! آپ ایسا کیجیے گا میرے اور عبداللہ کے وائٹ قمیص شلوار پریس کیجیے گا اور ہماری گڑیا کے لیے پنک فراک اور پاجاما... اب خوش؟" وہ مونا اور عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "چلو! اب جلدی سے جاکر سوجاؤ۔"

وہ دونوں اچھلتے کودتے صفیہ کو اور اسے پیار کرتے ہوئے سونے چلے گئے جبکہ سعد صفیہ کو دیکھنے لگا، جو ان کے کپڑے پریس کرنے لگی تھی، بچوں کی پیدائش کے بعد وہ فربہی مائل ہوگئی تھی مگر اس کے بال ابھی بھی لمبے اور گھنے تھے جنہیں وہ ہمیشہ چٹیا کی شکل میں باندھے رکھتی۔ بھرے بھرے گالوں اور چھوٹے سے دہانے کے ساتھ وہ بہت پرکشش لگتی تھی اور سب سے بڑھ کر اپنی عادات کی وجہ سے دل کے بہت قریب محسوس ہوتی تھی۔

"صفیہ! میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔" اس نے صفیہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ "کہیں تمہاری بے جا سختی سے بچے تم سے دور نہ ہوجائیں۔" وہ جان بوجھ کر اسے چھیڑ رہا تھا۔

"آپ خاطر جمع رکھیں سعد! وہ آپ کے بچے ہیں۔ آپ کو کبھی خود سے دور ہونے دیا، جو ان کو ہونے دوں گی۔" اس نے بھی برجستہ جواب دیا تو سعد قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

صفیہ نے صحیح کہا تھا۔ سعد، صفیہ اور بچوں کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا تھا۔ وہ گاؤں جاکر بہت خوش ہوتے تھے اور وہاں زیادہ دن گزارنا چاہتے تھے لیکن سعد زیادہ چھٹیاں نہیں کرسکتا تھا اور ان سے دور بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے وہ تین ماہ بعد گاؤں کا چکر لگاتے اور دو تین دن سعد کے ساتھ ہی گزار کر واپس آجاتے۔

"سعد! میرے خیال میں آپ سوچنے کی بجائے سونے کی تیاری کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ صبح آپ کو عبداللہ کے ساتھ اسکول بھی جانا ہے۔" اس نے سعد کو چھیڑا تو وہ ہنس کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے لیتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

سعد بڑا مسرور سا ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ مونا بھی اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی پروگرام شروع ہونے کا انتظار کررہی تھی۔

"بابا جانی! دعا کریں۔ عبداللہ فرسٹ پرائز لے۔" اس نے خود بھی چھوٹے چھوٹے ہاتھ دعا کے انداز میں گود میں رکھے ہوئے تھے اور اسے بھی دعا کے لیے کہہ رہی تھی۔ سعد اس کو دیکھ کر پیار سے مسکرا دیا۔

"کررہا ہوں دعا، ان شاء اللہ عبداللہ فرسٹ پرائز ہی لے گا۔"

سب بچے اپنی اپنی باری پہ تلاوت کرنے لگے۔ یہ مقابلہ دس سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کے درمیان ہورہا تھا اور جب عبداللہ کی باری آئی تو سعد اس کی خوش الحانی میں جیسے کھوگیا۔ سورۃ الکافرون کی تلاوت کرکے وہ تو جاچکا تھا، لیکن سعد ابھی بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہو بہو سعد کی کاپی تھا۔ اب وہ بھی اپنے پھولے پھولے گالوں اور ذہانت سے چمکتی آنکھوں سے اپنے بابا جانی اور بہن کو دیکھ رہا تھا۔ سعد نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

اور پھر جب کچھ ہی دیر میں رزلٹ کا اعلان کیا گیا۔

"تین سال سے یہ پرائز ایک بچہ لے رہا ہے اور اس کا نام ہے عبداللہ بخاری۔"

کمپیئر کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ خوشی سے سعد کی

آنکھوں میں آنسو آگئے۔

عبداللہ انعام لینے کے لیے جارہا تھا۔ سفید شلوار قمیص پہنے، اوپر سر پر سفید نمازیوں والی ٹوپی پہنے وہ بہت پاکیزہ لگ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ اسے اپنی کاپی لگ رہا تھا، لیکن اب وہ اسے صفیہ کا پرتو دکھائی دے رہا تھا، جس کی تربیت قدم قدم پہ اسے اپنے ہونے کا احساس دلاتی تھی۔ اس نے جلدی سے فون کرکے صفیہ کو بتایا۔

"بس! پندرہ بیس منٹ میں ہم گھر پہنچ رہے ہیں، پھر مل کے سیلیبریٹ کرتے ہیں۔" اس نے صفیہ کی بات سنے بغیر فون رکھا کیونکہ وہ جلد از جلد اس کے پاس جانا چاہتا تھا۔

پھر دونوں بچوں کو لیے وہ گاڑی میں آکے بیٹھ گیا، جب وہ بچوں کے ساتھ ہوتا تو ڈرائیور کو ساتھ ضرور رکھتا، کیونکہ بچوں کی موجودگی میں ڈرائیونگ نہیں کرپاتا تھا۔ وہ پرجوش سے عبداللہ کی باتیں سن رہا تھا، جسے اب جلدی سے اپنی ماما جانی سے ملنے کی خواہش تھی۔ وہ ان سے باتیں کررہا تھا جب گاڑی ایک جھٹکا کھاکے رکی تھی۔

"خان! گاڑی کیوں روک دی؟"

"صاحب! کوئی مسئلہ ہوگیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔" وہ باہر نکل کر گاڑی کا بونٹ کھول کر دیکھنے لگا۔ سعد باہر آگیا۔ اسے بہت کوفت ہورہی تھی کہ اس کے پاس ایک گاڑی آکر رکی اور جو شخصیت اس کے سامنے آئی، آج اتنے عرصے بعد اس کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ ارسہ خود اسے یوں سرراہ دیکھ کر خوش ہوئی۔

"ہیلو سعد! کیسے ہو تم۔" وہ بہت خوش دلی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو اور دبئی سے کب واپس آئیں؟" سعد بھی اس سے مل کر خوش ہوا تھا۔

"میں دبئی سے تو ہر چھ ماہ بعد آتی ہی رہتی ہوں، لیکن اتنی مصروفیت ہوتی ہے کہ تم سے کبھی مل نہ سکی۔ سعد! تم ابھی بھی ویسے ہی ہو، ایسا لگتا ہے جیسے دس سال تمہیں چھوئے بغیر گزر گئے ہیں۔"

وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تو سعد خفیف سا مسکرا دیا، وہ اسے یہ نہ کہہ سکا کہ تم بھی تو ویسی ہی ہو۔ ویسی ہی ماڈرن، ویسی ہی بےباک۔

"ماما! جلدی کریں، مجھے گھر جاکر پریکٹس کرنی ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتے، ایک بچی گاڑی سے نکل کر باہر آئی تھی۔ وہ مونا اور عبداللہ کی ہی ہم عمر تھی۔

"عیشا! ادھر آؤ، ان سے ملو، یہ سعد انکل ہیں۔ میرے کلاس فیلو اور سعد! یہ میری بیٹی عیشا ہے۔"

"ہیلو انکل!"

"ہیلو بیٹا! کیسی ہو آپ!" سعد نے بھی اس کے گالوں کو چھوتے ہوئے پیار سے کہا۔

"سعد! تمہارے بچے؟" ارسہ کے پوچھنے پر سعد نے گاڑی کا دروازہ کھول کر عبداللہ اور مونا کو باہر آنے کو کہا، جو گاڑی سے ہی اپنے بابا جانی کو کسی آنٹی سے باتیں کرتا دیکھ رہے تھے۔

"یہ میرا بیٹا عبداللہ اور بیٹی میمونہ ہے۔"

"السلام علیکم آنٹی!" وہ بڑی تمیز سے یک زباں بولے تو ارسہ مسکراتے ہوئے ان کو پیار کرنے لگی۔ وہ دونوں تھے ہی اتنے پیارے کہ ان پہ بے اختیار پیار آجاتا۔

"سعد! تمہارے بچے بہت پیارے ہیں۔"

"ماشاء اللہ۔" سعد نے بے اختیار یہ الفاظ کہے تھے۔

"آنٹی! میرے بھائی نے قرأت میں فرسٹ پرائز لیا ہے۔" میمونہ، عبداللہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھے بڑے فخر سے ارسہ کو بتارہی تھی۔

"سعد کے بیٹے ہونا، فرسٹ پرائز تو لینا تھا۔ سعد! تمہارے بیٹے نے قرأت میں فرسٹ پرائز لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے تمہارے بچوں کا قاری بہت قابل ہے۔" ارسہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل! میرے بچوں کی قاری ان کی ماما ہے اور وہ واقعی بہت قابل ہے۔ خود حافظ قرآن پاک ہے۔"

WWW.PAKISTAN.WEB.PK Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"اچھا سعد! میں چلتی ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے، پھر ملیں گے۔" اس نے عجیب سی بے چینی کے ساتھ سعد کی بات کاٹی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگی۔

"انکل! آپ میرا پروگرام دیکھنے آئیں گے۔" ارسہ کی بیٹی نے ایک دم جاتے جاتے سعد سے کہا تھا۔

"بیٹا! کون سا پروگرام؟"

"انکل میں دبئی سے ایک گروپ کے ساتھ انڈیا جا رہی ہوں۔ وہاں میری ڈانس پرفارمنس ہے۔ آپ ضرور آیئے گا۔" سیاہ جینز کے اوپر سرخ شرٹ پہنے باب کٹ بالوں والی وہ دس سالہ بچی بہت زیادہ کیوٹ اور معصوم تھی، لیکن اس کی معصومیت ارسہ جیسی ماں ختم کرنے کے درپے تھی۔

وہ جا چکی تھی۔ سعد کی گاڑی بھی ٹھیک ہو چکی تھی، لیکن سعد نے گاڑی کی اس خرابی سے اپنی زندگی کا سب سے بڑا سچ جانا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو دیکھ رہا تھا، خاص کر میمونہ کو، اپنی پسند کے پھولے پھولے سے نیٹ کے گلابی فراک کے نیچے سلک کا چوڑی دار پاجامہ، گھنے سلکی بالوں کی پونی اور سر پر چھوٹا سا گلابی اسکارف لیے وہ اپنے بھائی سے نجانے کیا باتیں کر رہی تھی۔ سعد کو آج دس سال بعد اپنی دادی ماں کے کہے الفاظ یاد آ رہے تھے۔

"ہمارے خاندان اور بخاری ولا کو صفیہ جیسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے۔"

آج ان الفاظ کی سچائی سعد کو اپنے بچوں کی صورت میں مجسم نظر آ رہی تھی۔ بے شک اس نے جذبات میں آ کر ہی سہی، لیکن ایک صحیح راستے کا انتخاب کیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اپنی زندگی کا فیصلہ کرتے ہوئے ہمیں واقعی سوچ سمجھ کر صحیح راستے کا انتخاب کرنا چاہیے، کیونکہ یہی راستہ ہماری آئندہ نسل تک جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں ابھی بھی ارسہ کی بیٹی کے الفاظ گونج رہے تھے۔ کم از کم اس عمر میں کیے جانے والے کاموں کے ذمہ دار سراسر والدین ہوتے ہیں۔ اسی عمر میں صحیح خطوط پہ کی جانے والی پرورش ہماری آئندہ بہت سی مشکلات کو حل کر دیتی ہے۔ وہ اپنے رب کا دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا جس نے اسے صفیہ جیسی شریک سفر عطا کی۔ جو نہ صرف اپنے بچوں کے لیے بلکہ ان کے باپ کو بھی راہ راست پر لانے کا وسیلہ بنی۔

سعد نے دل میں اترتی بے پناہ طمانیت کے ساتھ اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لگا لیا، جو اس کی متاع جاں تھے۔ اب اسے صفیہ سے ملنے کی جلدی تھی۔ جو ان کا انتظار کر رہی تھی۔

آج اس کے دل میں صفیہ کے لیے عجیب سے رنگ اتر رہے تھے، کچھ ان چھوئے سے جذبے تھے۔ جن کا اظہار بھی وہ خوب صورت طریقے سے کرنا چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

جو بچھا سکوں تیرے واسطے، جو سجا سکوں تیرے راستے
میری دسترس میں ستارے رکھ، میری مٹھیوں کو گلاب دے

آج صفیہ بہت خوش تھی۔ آج اس کی ساری بے چینی دور ہو گئی۔ اس کے وجود پہ ایک سرشاری سی چھائی تھی۔ آج اس کے سارے معاملے مکمل ہو گئے۔ اس کے سارے خوابوں کو تعبیر مل گئی۔ اس کی زندگی خوب صورت اور سادگی سے عبارت تھی۔

وہ تین بہنیں تھیں، لیکن اسے چھوٹے ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ پیار ملا۔ اپنے امی ابو کا، بڑی بہنوں کا، بھائیوں جیسے بہنوئیوں کا، دوستوں جیسے بھانجے بھانجیوں کا اور پھر اس کی زندگی میں سعد جیسا انسان شامل ہوا۔ جب اسے اپنی امی کے ذریعے سعد کے پروپوزل کا معلوم ہوا تو وہ دنگ رہ گئی۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ ایسا تو شاید وہ خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے صرف سعد کی باتیں اور نام سن رکھا تھا۔ اس کے ذہن میں اس کا جو شان دار سا تصور ابھرتا تھا، وہ خود کو اس کے قابل بھی نہ سمجھتی تھی، لیکن پھر اس کے گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہوئیں تو گویا اسے حقیقت کا یقین آ گیا اور سب کی دعاؤں کے ساتھ وہ "بخاری ولا" آ گئی۔ اس کے ذہن میں سعد کا جو تصور

Monthly Shuaa March 2013
Paksociety.com

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

تھا حقیقت میں وہ اس سے بڑھ کر تھا۔

چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، کسرتی بدن، گہری کالی اور شفاف آنکھیں، گھنے سیاہ بال اور صاف رنگت کی وجہ سے وہ بہت خوب صورت دکھتا تھا۔

وہ خود بھی خوب صورت تو تھی، لیکن سعد کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہ تھی اور پھر سعد کی پہلی بات نے اس کی ساری حیرانی دور کردی۔

"صفیہ! آپ میری دادی ماں کو تو جانتی ہیں، میں ان سے بہت پیار کرتا ہوں اور آپ کو یہ بھی اچھی طرح اندازہ ہوگا کہ میں تو آپ کے نام سے بھی واقف نہ تھا، لیکن میری دادی ماں آپ کو بہت پسند کرتی تھیں۔ انہوں نے ہی مجھے آپ سے شادی کرنے کے لیے کہا تھا اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ سیف چاچو کی بیٹی صفیہ میری زندگی میں روشنی بکھیر دے گی۔۔۔۔ تو بس اس کے بعد مجھے اور کچھ سوچنا نہ پڑا اور میں نے آپ کو دیکھے بغیر اور جانے بغیر اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ میرے لیے اور اس گھر کے لیے مبارک ثابت ہوں گی لیکن میں آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کبھی کوئی دکھ نہیں ملے گا۔"

وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن صفیہ تو "صفیہ میری زندگی میں روشنی بکھیر دے گی۔" اسی فقرے میں کھوئی رہ گئی۔

اور پھر صفیہ نے ساری زندگی اس فقرے کی لاج نبھائی۔

سعد خود بھی بہت نرم خو اور بہت خیال رکھنے والا شوہر ثابت ہوا۔ شادی کے چند دنوں بعد ہی صفیہ کو لگا کہ وہ صدیوں سے سعد کے ساتھ ہی رہتی آئی ہے اس کی چاہت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔

سعد کے کورٹ جانے کے بعد ہی سے اسے سعد کی واپسی کا انتظار رہتا۔ اس کے بغیر ایک دن کاٹنا بھی صفیہ کو سوہان روح لگتا۔ اس کا جی کرتا کہ سعد اس کے سامنے بیٹھا رہے اور وہ اسے تکتی رہے۔ اور یہ کام وہ کرتی تھی۔ سعد کی عادت تھی کہ اخبار ضرور پڑھتا تھا تو جب وہ اخبار پڑھتا، صفیہ اسے ازبر کیے جاتی۔ نجانے کیوں سعد کے پاس ہوتے ہوئے بھی دید کی پیاس بجھتی نہ تھی۔ اس کو دیکھ دیکھ کر صفیہ خود پہ نازاں ہوتی کہ سعد نے اس سے شادی کی۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوتی کہ وہ اس کا ہے۔ اسی لیے صفیہ نے اس کی ہر بات کو حکم کا درجہ دیا۔ جہاں اس نے یہ رویہ اپنایا وہیں سعد نے بھی اس کی ہر بات اور ہر فرمائش کو، ہر نصیحت کو فرض سمجھ کر پورا کیا تھا لیکن اپنی اس پرسکون سی زندگی میں صفیہ نے ایک بات نوٹ کی تھی۔ کہ جو پیار کے رنگ سعد کی آنکھوں میں، سعد کے ہر فعل میں ہوتے، ان کے اظہار کے لیے سعد نے کبھی زبان سے کام نہ لیا، کبھی کبھی صفیہ کو لگتا تھا کہ ابھی سعد کہہ دے گا۔

"صفیہ! میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔"

لیکن اس کی یہ تشنگی شادی کے بارہ سال بعد بھی روز اول جیسی تھی۔ ایک کسک تھی۔ ایک کمی تھی، جو کبھی کبھی صفیہ کی پوری زندگی پر حاوی ہونے لگتی تھی۔ اسے ہرانے لگتی تھی۔ اسے تھکا دینے والی، اس کو بے چین کرنے والی کیفیت اسے بے زار کردیتی۔ البتہ یہ کیفیت اس پہ زیادہ دیر نہ رہتی کیونکہ وہ خود سعد کو بہت چاہتی تھی اور یہ چاہت بھی اسے عین سعادت لگتی تھی۔ وہ اسی کے سہارے اپنی ساری زندگی سکون سے گزارنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی اس کبھی کبھار کی حسرت سے درگزر کرنا چاہتی تھی۔

لیکن آج اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی مل گئی تھی۔ اپنے بچوں کی کامیابی پر آج وہ ویسے بھی بہت خوش تھی، حالانکہ عبداللہ یہ مقابلہ تین سال سے جیت رہا تھا، لیکن آج کی خوشی بہت نرالی سی تھی۔ آج کا دن بہت یادگار تھا۔ سعد شام سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے کہیں باہر گیا تھا، ورنہ اس نے سارا دن گھر میں گزارا تھا۔ صفیہ نے سب کی پسند کا کھانا بنالیا، بچوں نے بھی خوب انجوائے کیا، دن بھر کے تھکے بچے جلد ہی سو گئے۔

ان کو سلا کر صفیہ کمرے میں آئی تھی، جب ہی سعد

بھی واپس گھر آگیا اور اس کے پیچھے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"سعد! آپ کدھر چلے گئے تھے۔" اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

"چھوٹا سا کام تھا، وہی کرنے گیا تھا۔" سعد اس کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"اچھا! یہ بتائیں کہ کھانا کچن میں کھائیں گے کہ یہیں لے آؤں؟"

"کھانے کو چھوڑو، تم ادھر بیٹھو۔" سعد نے ہاتھ میں پکڑا شاپر صوفے پر رکھا اور پھر اسے بھی کندھوں سے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا تھا اور خود کارپٹ پہ اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا، پھر اس نے شاپر اٹھا کر اس میں سے گہرے نیلے رنگ کی مخملی تھیلی نکالی تھی۔

صفیہ حیرانی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس مخملی تھیلی میں چھوٹا سا ایک ڈبا تھا۔ سعد نے اس کو کھولا تو اندر جگمگ کرتے نفیس سے گولڈ کے کنگن تھے۔ سعد نے بہت پیار سے وہ کنگن صفیہ کے ہاتھ میں پہنائے۔

"یہ کس لیے؟" صفیہ جیسے سحرزدہ سی تھی۔ سعد نے اسے بارہ سالوں میں پہلا تحفہ دیا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ سعد نے اس سے پہلے کبھی اسے کچھ نہیں دیا تھا وہ تو اسے ضرورت کی ہر چیز لاکر دیتا تھا، اس کی کہی ہر ضرورت پوری کرتا تھا، لیکن ضرورت تو ضرورت ہوتی ہے۔ ضرورت انسان دوسرے کی خوشی کے لیے پوری کرتا ہے اور تحفہ انسان اپنی خوشی کے لیے دیتا ہے۔

"اس لیے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اس لیے کہ تم میری شریک حیات ہو۔ اس لیے کہ تم میرے بچوں کی ماں ہو۔ اس لیے کہ تم اس گھر کی مالکن ہو اور اس لیے کہ۔۔۔۔ تم میری مقبول دعا ہو۔" سعد نے پیار سے اس کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ اور وہ طمانیت سے اسے دیکھے گئی۔ اس کی آنکھوں میں واضح سرشاری نظر آرہی تھی۔

آہستہ آہستہ رات گزرنے لگی۔ سعد کب کا سو چکا تھا، لیکن صفیہ جاگ رہی تھی۔ وہ ابھی تک اسی فقرے کے حصار میں تھی۔

"مجھے تم سے محبت ہے۔"

یہ فقرہ اس کی زندگی کا حاصل تھا۔ اس کی ذات کی تکمیل تھا۔ اس فقرے کی خوبصورتی اور چمک سونے کے ان کنگنوں سے کہیں بڑھ کر تھی۔

آج صفیہ کی ذات مکمل ہوگئی۔ کوئی تشنگی نہ رہی کوئی ادھورا پن نہ رہا۔ اس کی ذات سے اس کی ذات تک تمام معاملے تکمیل پاچکے تھے اور یہی صفیہ بخاری کی دعاؤں کا ثمر تھا، جو اسے مل چکا تھا۔ محبت جیسی خوب صورت رہ گزر پر وہ اکیلی نہ تھی بلکہ سعد بھی اس کا ہم سفر تھا۔ اور اس سفر میں "آج کی رات، ایک خوب صورت فقرہ اور یہ طلائی کنگن" انمول زاد راہ تھے، جنہیں وہ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

✡

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول
دل کے موسم
مریم عزیز
قیمت 250 روپے
ننگے پاؤں
نگہت سیما
قیمت 250 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37، اردو بازار، کراچی

WWW.PAKISTAN.WEB.PK
Visit Pakistan.web.pk for Latest Digests, Novels and Books